نظرات

افسوس ہے، گذشتہ ماہ عالمِ اسلام کی ایک اور نہایت بلند پایہ شخصیت، یعنی مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی ۷۷ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وانا الیہ راجعون۔ وہ ۱۸۹۷ء میں قدس کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، ابتدائی اور ثانوی تعلیم وطن مالوف میں ہی پائی، اس کے بعد مصر چلے گئے اور وہاں جامعہ ازہر میں علوم دینیہ و اسلامیہ میں تکمیل کے مدارج و مراتب طے کئے، جنگِ عالمگیر اول (۱۹۱۸-۱۹۱۴) کے دوران ترکی افواج سے وابستہ رہے، ۱۹۲۱ء میں فلسطین کے مفتی اور ۱۹۲۲ء میں وہاں کی مجلس اعلیٰ اسلامی کے صدر مقرر ہوئے، ۱۹۳۱ء میں قدس میں جو موتمر عالم اسلامی ہوئی تھی اُس کے صدر منتخب ہوئے، ۱۹۳۶ء میں جب انگریزوں کی مداخلت بیجا کے باعث فلسطین میں شورش اور ہنگامے بپا ہوتے تو وہ لبنان آگئے اور ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک یہاں مقیم رہے، پھر عراق چلے گئے اور سید رشید عالی الگیلانی نے انگریزوں کے خلاف جو بغاوت کی تھی اُس میں بڑی سرگرمی اور جوش سے حصہ لیا۔ لیکن جب یہاں کے سیاسی حالات میں انقلاب رونما ہوا تو وہ بھاگ کر پہلے ایران اور پھر وہاں سے جرمنی گئے، اور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۵ء جب کہ دوسری عالمگیر جنگ

میں جرمنی کو شکست فاش ہوئی اور اتحادیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ وہاں مقیم رہے۔ جنگ کے خاتمہ پر فرانس میں قید ہو گئے، ۱۹۴۶ء میں رہا ہو کر مصر آ گئے، مرحوم کی پوری زندگی فلسطین کی آزادی و خود مختاری اور یہودیوں کو وہاں سے بے دخل کرنے کے لئے وقف تھی، چنانچہ پہلی جنگِ عالمگیر کے خاتمہ پر جب مجلس اقوام متحدہ کی ایک قرارداد کے مطابق ۱۹۲۲ء میں فلسطین پر برطانوی انتداب قائم ہوا تو اُس وقت اس کی مخالفت میں اور اس کے بعد ۱۹۴۷ء کے خاتمہ پر جب فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کے قیام کا فیصلہ ہوا تو اب اُس کی مقاومت میں کوئی سیاسی اور جنگی تدبیر ایسی نہیں تھی جو انھوں نے اختیار نہ کی ہو، وہ ہر محاذ پر لڑے، ہر مورچہ پر انھوں نے دادِ شجاعت دی، ناکامی پر ناکامی ہوتی رہی۔ لیکن انھوں نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ ان غیر معمولی مجاہدانہ سرگرمیوں کے علاوہ مرحوم علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور عمل و کردار کے اعتبار سے بھی ایک بلند مرتبہ و مقام کے مالک تھے اور وہ اتحادِ عالم اسلامی کے بھی بہت بڑے علم بردار تھے، اس بنا پر نہ صرف عرب بلکہ پورے عالم اسلام میں ان کو بڑی قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سخت افسوس ہے آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ آسانی سے پُر نہیں ہو سکتا!

مفتی اعظم مرحوم سے راقم الحروف کی پہلی ملاقات عجب ڈراماتی انداز میں ہوئی۔ غالباً ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۴ء تھا کہ مفتی اعظم مرحوم اور مصر کے وزیر اوقاف محمد علی علوبہ اپنے کسی ایک مشن کے سلسلہ میں ہندوستان آئے تھے اور ملک کا دورہ کر رہے تھے، اس سلسلہ میں یہ دونوں آگرہ بھی آئے، میں ان دنوں اپنے وطن میں ہی مقیم تھا۔ لیکن مجھ کو ان حضرات کے ورودِ ہند تک کی اطلاع نہیں تھی، اتفاق سے ایک دن شہر گیا اور عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے جامع مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دو عرب کھڑے ہیں اور چند مسلمان

ان کے ارد گرد جمع ہیں۔ مجھ کو عربوں سے ملنے اور عربی میں بات چیت کرنے کا شوق تو تھا ہی، میں بھی وہاں پہنچا اور گفتگو شروع کر دی، جب ان سے تعارف ہوا تو چونکہ مفتی اعظم کے کام اور نام سے عربی جرائد و رسائل کے ذریعہ پہلے سے واقف تھا اس لئے اب ان کو اپنے سامنے اور اُن کے ساتھ مصر کے وزیر اوقاف کو بھی دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی، لیکن ان دونوں کو بھی مجھ سے ملاقات کر کے کچھ کم خوشی نہیں ہوئی! مفتی اعظم نے فرمایا: کل یہیں جامع مسجد میں ہماری تقریریں ہیں، لیکن اب تک کوئی ترجمان نہیں ملا تھا۔ اس لئے ہم سخت پریشان تھے، اب خدا کا شکر ہے تم مل گئے تو اس کام کو تم ہی کرنا۔ ہم کو بڑا اطمینان ہو گیا، مجھے اس میں کیا عذر ہو سکتا تھا! چنانچہ دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد آگرہ کے مشہور ایڈوکیٹ مسٹر اختر عادل مرحوم کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ میں والد صاحب قبلہ مرحوم کے ساتھ اس میں شریک تھا، دونوں معزز مہمانوں نے (ایک نے مصری اور دوسرے نے شامی لب و لہجہ میں) عربی میں تقریر کی اور میں فی البدیہہ ان کا ترجمہ کرتا گیا۔ آخر میں جناب صدر کی فرمائش پر اہل آگرہ کی طرف سے دس پندرہ منٹ میں نے عربی میں شکریہ کی تقریر کی، جلسہ ختم ہوا تو مفتی اعظم اور وزیر محمد علی دونوں نے بڑی تعریف کی اور فرمایا: جب سے ہم ہندوستان میں ہیں۔ ہماری ایسی ترجمانی اور عربی میں تقریر کراچی میں مولوی نور الحق ندوی الازہری[1] نے کی تھی اور اس

[1] یہ میرے عزیز دوست ہیں، اصلاً پشاوری ہیں، ندوۃ العلما لکھنؤ سے فراغت کے بعد سیٹھ عبد اللہ یوسف بادو[illegible] کراچی) کے وظیفہ پر قاہرہ گئے، جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، وہیں ایک مصری خاتون سے شادی کی، واپس آکر کراچی کے سندھ مدرسہ میں مدرس ہو گئے پھر اسلامیہ کالج پشاور میں دینیات کے ڈین ہوتے، اس سے سبکدوش ہو کر جامعہ عباسیہ بہاولپور کے وائس چانسلر ہو گئے، اب سنا ہے کہ اس سے بھی سبکدوش ہو گئے ہیں، ایک زمانہ میں برہان کے مستقل خریدار اور اس کے بڑے قدردان تھے۔

کے بعد یہ دوسرا موقع ہے کہ ہماری خاطرخواہ ترجمانی اور عربی میں تقریر تم نے کی ہے،

اس واقعہ کے عرصۂ دراز بعد مفتی اعظم سے میری آخری ملاقات سنہ ۷۲ء میں حجازِ مقدس میں ہوئی تھی جب کہ میں وہاں گورنمنٹ آف انڈیا کے حج ڈیلی گیشن کے ممبر کی حیثیت سے گیا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندو پاک جنگ ہوچکی تھی، مرحوم کو اس جنگ کا سخت ملال اور صدمہ تھا۔ جب مجھ سے گفتگو ہوئی تو وہ اس صدمہ کو چھپا نہیں سکے، اُن کے دل میں مسلمانانِ عالم کے موجودہ حالات، باہمی تشتت و تفرق، سیاسی عدم استحکام اور دینی و اخلاقی انحطاط کا بڑا درد اور غم تھا۔ وہ ہر وقت انھیں کے افکار اور معاملات و مسائل میں غلطاں پیچاں رہتے تھے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی کے
قواعد وضوابط اور فہرست
کتب مفت طلب فرمائیے۔

منیجر ندوۃ المصنفین اُردو بازار جامع مسجد دہلی